جدید گلوبلائزیشن اور اسلام کے تصورِ عالمگیریت کو درپیش خطرات

سید عبد الغفار بخاری *

گذشتہ دو دہائیوں سے عالمی سطح پر معاشی، معاشرتی، سیاسی اور دوسرے میدان میں حیران کن تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں جو پہلے کبھی مشاہدے میں نہیں آئی تھیں۔ سائنس اور جدید ٹیکنالوجی نے نت نئی ایجادات کی ہیں۔ ذرائع ابلاغ نے جغرافیائی حدود کے تصور کو ختم کر ڈالا ہے۔ ابلاغ کی اس صلاحیت نے تجارت، مالی امور میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ اس انقلاب اور اس کے انتظام کو گلوبلائزیشن کا نام دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فکری، سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی حلقوں سے لے کر ذرائع ابلاغ تک کا من پسند موضوع گلوبلائزیشن بن چکا ہے۔ عرب و عجم اور مشرق و مغرب میں واقع تمام ممالک کے ہر طبقہ فکر سے تعلق رکھنے والے افراد حصہ لے رہے ہیں۔ اس کے لئے کانفرنسیں، سیمینار وغیرہ منعقد ہو رہے ہیں اور تحقیقی مقالے لکھے جا رہے ہیں۔ سبھی گلوبلائزیشن کے اثرات و نتائج، فوائد و نقصانات اور اس کے میدان کار کی تعین اپنے اپنے انداز سے کر رہے ہیں بس فرق اتنا ہے کہ کہیں بحث کے دوران مثبت پہلو اختیار کیا گیا ہے اور کہیں منفی پہلو اپنایا گیا ہے۔ اس موضوع پر مختلف زبانوں کے اخبارات و رسائل میں مسلسل لکھا جا رہا ہے۔ زیر نظر مقالہ میں اس کے تصور و مفہوم، مضمرات و اثرات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

عالمگیریت (Globalization) کا مفہوم:

عالمگیریت کا لفظ عالم سے مشتق ہے۔ اردو زبان میں اس کے درج ذیل معانی ہیں۔

دنیا، جہان، دنیا کے لوگ، مخلوق وغیرہ۔(۱) اور العالمی کا معنی ہے، بین الاقوامی (۲) عالمگیر: دنیا کو فتح کرنے والا، دنیا کو گرفت یا قبضے میں لینے والا، آفاقی، ہمہ گیر، وغیرہ معانی میں مستعمل ہے۔(۳)

عالمگیریت کثیر الجہت مفہوم رکھتا ہے۔ ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ اصطلاح اگرچہ جدید ہے لیکن اس کے معانی بہت قدیم ہیں۔ عربی زبان میں اس کو "العولمة" کہتے ہیں (۵) اور بعض حضرات نے ابتدا میں "الکوکبة" اور "الکونیة" کے الفاظ بھی استعمال کیے ہیں۔

* صدر شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرل لینگویجز، اسلام آباد، پاکستان۔

لفظ گلوبلائزیشن (Globalization) کا استعمال سب سے پہلے امریکہ میں شروع ہوا۔ ویبسٹر (Webster) اس کے معانی بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"کسی چیز کو عالمیت کا جامہ پہنانا، کسی چیز کے دائرے کو عالمی بنانا" (٦)

فرانسیسی زبان میں اس کو مونڈیالائزیشن (Mondialisation) کہا جاتا ہے۔ جس کے معنی ہیں۔

"کسی چیز کو عالمی معیار کا بنانا" (۷)

گلوبلائزیشن کی مثبت تعریفات:

مغربی مفکرین جو گلوبلائزیشن کی پر زور وکالت کرتے ہیں ان کی تمام تر کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس جدید نظام کو دنیا کے سامنے پر کشش اور لوگوں کی خواہشات کا مظہر بنا کر پیش کیا جائے۔ ان مفکرین میں سے بعض نے معاشی پہلو پر توجہ مرکوز کر رکھی ہے۔ اور وہ گلوبلائزیشن کو عالمی معیشت کی صورت میں پیش کرتے ہیں اور کچھ لوگ اسے سیاسی نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں۔ ایسے لوگ بھی ہیں جو اسے کلچر اور ثقافتی اثرات کے حوالے سے اس کی تعریف کرتے ہیں۔ جب کہ بعض حضرات نے ٹیکنالوجی کے میدان میں ہونے والی تبدیلیوں کو گلوبلائزیشن سے منسلک قرار دیا ہے۔ امر واقعہ ہے کہ گلوبلائزیشن ان تمام تغیرات کو شامل ہے جہاں انسان کے تمام پہلو اس سے متاثر ہوئے ہیں۔

معاشی لحاظ سے گلوبلائزیشن کی تعریف:

معاشی پہلو کے لحاظ سے گلوبلائزیشن کی چند ایک تعریفات ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر صنعت اور خدمات و معلومات کے بیش بہا خزانے کو فروغ دینے کا نام گلوبلائزیشن ہے۔(۸)

۲۔ گلوبلائزیشن مغرب اور مغربیت کے تاجرانہ معیارات کو اور سیاسی نظاموں کو دنیا بھر میں تسلیم کر لینے کا نام ہے۔(۹)

عالمی تجارتی تنظیم (World Trade Organization) نے گلوبلائزیشن کی تعریف یوں کی ہے:

۳۔ عالمگیریت دنیا کے ممالک کے درمیان اس اقتصادی تعاون کا نام ہے جو مصنوعات و خدمات کے تبادلے میں اضافے کی وجہ سے بڑھتا ہے اور اس کے نتیجے میں ان ممالک کے رأس المال میں بھی اضافہ ہوتا ہے ساتھ ہی دنیا کے کونے کونے میں تیزی کے ساتھ ٹیکنالوجی کو فروغ ملتا ہے۔(۱۰)

گویا گلوبلائزیشن ایک ایسی تحریک ہے جس کا مقصد کسٹم اور جغرافیائی حدود کو ختم کرنا اور پوری دنیا کو ایک عالمی

منڈی میں تبدیل کرنا ہے۔

سیاسی لحاظ سے گلوبلائزیشن کی تعریف:

عالمی تجارتی انسائیکلوپیڈیا نے گلوبلائزیشن کا مفہوم اس طرح بیان کیا ہے:

"یہ ایک عالمی تہذیب کے پھیلاؤ اور اس کو وسعت دینے کے لئے نقشِ راہ ہے"۔(۱۱)

جیمس روزانو (James Rossenou) کے مطابق گلوبلائزیشن "ایک اقتصاد، سیاست، ثقافت اور نظریات کی تبدیلی کی راہ ہے۔ جس پر چلنے کے بعد صنعتیں، ایک ملک میں محدود نہ رہ کر پوری دنیا میں پھیل سکتی ہیں اور انسانوں کے ذریعے استعمال ہونے والے سامان میں یگانگت قائم ہو سکتی ہے۔" (۱۲)

عالم گیریت کا تقاضا ہے کہ ملکوں اور قوموں کے مابین رکاوٹیں دور ہوں، انسانی معاشرے اختلاف و انتشار کا شکار نہ ہوں بلکہ مختلف سمتوں میں سفر کرنے کی بجائے ایک ہی راہ پر گامزن ہوں، امتیاز و تفریق کے بجائے مماثلت کا وطیرہ اپنائیں اور پوری دنیا یکساں انسانی اقدار کو اختیار کر لے۔ (۱۳)

تہذیبی اور ثقافتی پہلو سے گلوبلائزیشن کی تعریف:

(i) "گلوبلائزیشن ایک تہذیبی ترقی کا نام ہے جس کی بنا پر اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی تبادلہ ہوتا ہے اور نہایت سہولت کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ معلومات، افکار و خیالات اور دولت منتقل ہو جاتی ہے"۔(۱۴)

(ii) جدید عالمی نظام کی بنیاد الیکٹرانک، عقل اور ٹیکنالوجی کے میدانوں میں ہونے والی حیران کن ایجادات پر ہے۔ یہ تحریک دنیا کے کسی نظام تہذیب، ثقافت، روایت اور جغرافیائی و سیاسی حدود کا اعتبار نہیں کرتی ہے۔(۱۵)

گلوبلائزیشن کی منفی تعریفات:

دوسری طرف ان دانشوروں اور مفکرین کی اکثریت ہے جو گلوبلائزیشن کو استشراق کا ایک نیا روپ اور استعمار کا ایک دوسرا ایڈیشن قرار دیتے ہیں۔ جس سے ان کا مقصد اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ مدمقابل (مسلمانوں) کو مغلوب کر کے ان پر اپنا اقتدار قائم کیا جائے اور ان کو اپنی تہذیب و تمدن کے رنگ میں رنگ دیا جائے ان پر اپنے رسوم ورواج و اقدار زبردستی تھوپ دیے جائیں حتی کہ طاقت کے بل بوتے پر ان کے دین و مذہب کو بدلنے کی مذموم کوشش کی جائے تاکہ سامراجی طاقت اپنے مخالفین کا مکمل استحصال کر سکے۔

چنانچہ اس مکتب فکر کے نزدیک گلوبلائزیشن کی مختلف تعریفات ہیں جن میں درج ذیل قابل ذکر ہیں:

(i) ”گلوبلائزیشن سیاسی و اقتصادی اصولوں، معاشرتی و ثقافتی اقدار اور زندگی کے طور وطریق کے ڈھانچے کا نام ہے جو ساری دنیا پر جبراً مسلط کیا جائے گا اور تمام انسانیت کو اس کے کھینچے ہوئے دائرے میں زندگی گذارنے پر مجبور کیا جائے گا“۔(۱۶)

(ii) ”گلوبلائزیشن سیکولر اور مادیت پرست فلسفے اور اس سے متعلق قوانین و اقدار اور اصول و تصورات کو عالم انسانیت پر مسلط کرنے کی کوشش کا نام ہے۔(۱۷)

(iii) ”گلوبلائزیشن ایک ایسی تحریک کا نام ہے جس کا مقصد مختلف اقتصادی، ثقافتی، معاشرتی نظاموں، رسوم و رواج اور دینی، قومی اور ملی امتیازات کو ختم کر کے پوری دنیا کو امریکی نظریے کے مطابق جدید سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) کے دائرے میں لانا ہے“۔(۱۸)

(iv) گلوبلائزیشن وطن کی وطنیت اور قوم کی قومیت کا خاتمہ کرنے کے لئے معرض وجود میں آیا ہے یہ کسی بھی قوم کے دینی، معاشرتی اور سیاسی نسبت کو ختم کرنے کا دعویدار ہے تا کہ اس قوم کی حیثیت بڑی طاقتوں کے ادنیٰ خادم کی سی رہ جائے“۔(۱۹)

(v) گلوبلائزیشن امریکی کلچر و تہذیب اور وہاں کے طرز زندگی کو پوری دنیا پر مسلط کرنے کی کوشش کا نام ہے۔ یہ ایک ایسا نظریہ ہے جو تمام عالم پر بلاواسطہ اقتدار و بالادستی کا عکاس ہے۔(۲۰)

(vi) ڈاکٹر ترکی الحمد نے اس کی تعریف یوں بیان کی ہے:

”گلوبلائزیشن سرمایہ دارانہ نظام کی ترقی کا طریقہ کار ہی نہیں بلکہ اس طریقہ کار کو اپنانے کی ہمہ گیر دعوت کا نام ہے یہ پوری دنیا پر تسلط کے ارادے کو بلاواسطہ طور پر وجود بخشنے کا ایک ذریعہ ہے“۔(۲۱)

(vii) بہت سے مفکرین جن میں ڈاکٹر مصطفی النشار، ڈاکٹر عبدالوہاب المسیری، ڈاکٹر صادق جلال العظم وغیرہ قابل ذکر ہیں نے گلوبلائزیشن کی تعریف بیان کی ہے جس کا لب لباب کچھ اس طرح ہے:

عالمگیریت کا مطلب ہر گز مختلف تہذیبوں کو ایک دوسرے کے قریب کرنا نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب تمام مقامی اور قومی تہذیبوں کو ختم کر کے پوری دنیا کو مغربی رنگ میں رنگنا ہے۔(۲۲)

مذکورہ بالا تعریفات میں اگرچہ الفاظ کا اختلاف ہے لیکن سب کا مفہوم ایک ہی ہے گلوبلائزیشن کے معنی ہیں ”حدود کا اختتام“ یہ جامع تعریف بڑی طاقتوں کے منصوبے کی ترجمانی کرتی ہے کہ مستقبل میں ہر قسم کی حدبندی خواہ اس کا تعلق معیشت سے ہو یا تہذیب سے، سیاست سے ہو یا علم و دانش سے یا عام طرز زندگی سے ہو ختم کر دی جائے اور

دنیا مختلف رنگوں کو اختیار کرنے کی بجائے ایک ہی رنگ کی ہوگی۔

گلوبلائزیشن کا آغاز وارتقاء:

گلوبلائزیشن کی اصطلاح اگرچہ جدید ہے لیکن اس کے معنی قدیم ہیں۔ سکندر اعظم کا ساری دنیا پر قبضہ اور اقتدار حاصل کرنے کا خواب اسی فکر کا غمار تھا اقتصادی میدان میں گلوبلائزیشن کے معنی یہی ہیں کہ ہر ملک کی آمدنی سے ایک خاص گروہ اور طبقے کو فائدہ پہنچتا ہو اس معنی کے اعتبار سے گلوبلائزیشن کا وجود عہد عباسی میں بھی ملتا ہے۔ مشہور عباسی خلیفہ ہارون رشید نے بادل کے ایک ٹکڑے کو دیکھتے ہوئے کہا تھا:

أمطري أنى شئتِ، فسيأتيني خراجك (۲۳)

چاہے جہاں برس تیر اخراج میرے پاس ہی آئے گا۔

بعض محققین کے نزدیک گلوبلائزیشن کا آغاز پندرھویں صدی عیسوی سے ہوا ہے۔ جب پورے یورپ نے تجارت و مواصلات میں اپنی ترقیوں کے سلسلہ کا آغاز کیا اسی وقت سے گلوبلائزیشن کا بنیادی عنصر کہ مختلف اقوام کے مابین تجارت و خدمات، رأس المال اور افکار و خیالات کا تبادلہ ہو اسی وقت سے یہ بنیادی عنصر وجود پذیر ہے۔ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ گلوبلائزیشن کا وجود گذشتہ پانچ صدیوں سے ہے۔

البتہ انیسویں صدی کے آخر میں گلوبلائزیشن کے مفہوم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے منظم کوششوں کا آغاز ہو چکا تھا اگرچہ لفظ گلوبلائزیشن کا وجود اس وقت تک نہیں ہوا تھا۔ جون ۱۸۹۷ء میں باسل (۲۴) تیورد ہرتزل کی صدارت میں صہیونیوں کی پہلی عالمی یہودی کانفرنس منعقد ہوئی، اس کانفرنس میں پچاس عالمی یہودی تنظیموں سے تعلق رکھنے والے تقریباً تین سو اشخاص نے شرکت کی جس میں انہوں نے پچاس برس کے اندر عالمی صیہونی حکومت کے قیام اور اقوام عالم کو اپنا دست نگر بنانے کا پروگرام مرتب کیا ان کے مقاصد کے حصول کے لئے انہوں نے ایک کتاب "The Protocols of the Learnerd Elders of Zion" مرتب کی۔ (۲۵)

یہ کتاب انیس ابواب پر مشتمل ہے گیارہویں اور انیسویں باب میں صیہونی عالمی حکومت کے قیام کا منصوبہ شامل ہے بارہویں باب میں میڈیا کو کنٹرول اور سولہویں باب میں بذریعہ تعلیم فکری تبدیلی کا تخیل ملتا ہے۔ (۲۶) اس کانفرنس کے بعد اس اجلاس کی تجاویز پر تدریجاً عمل شروع ہو گیا ہر شخص اپنے اپنے میدان میں عظیم تر اسرائیل کے خواب کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سرگرم عمل ہو گیا۔ عالمی منڈی پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد سیاسی میدان

میں سر بلندی حاصل کرنے کے لئے کوششیں شروع کر دیں اس کے لئے کرنل مانڈیل ہاؤس (.Col Mondieal) جو امریکی صدر ولسن (Wilson) کے سیاسی مشیر تھے نے اپنی کوششوں کی مدد سے لیگ آف نیشنز (League of Nations) کا خاکہ تیار کر لیا اور بعد ازاں صدر ولسن کی آمادگی کی بدولت اس تنظیم کا قیام عمل میں آیا آگے چل کر اقوام متحدہ(United Nations) کے نام سے ایک بین الاقوامی تنظیم معرض وجود میں آئی جو یہودیوں کے فسادات کے تحفظ کے لئے اپنی تمام تر قوت صرف کیے ہوئے ہے۔(۲۷)

جنگ عظیم دوم کے بعد امریکہ اور برطانیہ کے حق میں حالات ساز گار ہو گئے تھے۔ امریکہ عالمی دنیا میں ایک بڑی طاقت بن کر ابھرا اس جنگ سے قبل یورپ کے پاس جو مقام صدارت تھا وہ امریکہ منتقل ہو رہا تھا۔ صیہونیوں نے اپنی پہلی عالمی کانفرنس میں عظیم تر اسرائیل کا جو خواب دیکھا تھا اس کی تعبیر انہیں امریکہ کی سرزمین پر نظر آئی ان حالات کے پیش نظر صیہونیوں نے امریکیوں کو گلوبلائزیشن کی راہ پر ڈال دیا۔ چنانچہ سب سے پہلے جس نے گلوبلائزیشن کی اصطلاح استعمال کی وہ ٹورنٹو یونیورسٹی (Toronto University) کا ایک ماہر عمرانیات مارسل میک (Marsel) تھا۔ سیاسی حلقوں میں سب سے پہلے امریکی صدر جمی کارٹر (Jimmy Carter) کے مشیر بریزنسکی (Brazensky) نے گلوبلائزیشن کی اصطلاح استعمال کی۔(۲۸)

صیہونیوں نے اس تحریک کو مقبول بنانے اور اس نظریے کی تائید حاصل کرنے کے لئے مختلف سیمینار و کانفرنسیں منعقد کیں، مضامین و مقالات لکھے گئے اس موضوع پر کتابیں تصنیف کی گئیں۔ اس سلسلہ میں پہلی کتاب ۱۹۸۹ء میں The End of the History کے نام سے امریکی باشندے فرانسس فوکومایا نے لکھی ۱۹۹۲ء میں اس نے اس موضوع پر دوسری کتاب لکھی جس کا نام The End of the History and the Last Man ہے۔(۲۹)

فرانسس کا ان کتب کو شائع کرنے کا مقصد یہ تھا کہ عالمی سطح پر رد عمل کو جانچ سکے نیز یہ کہ گلوبلائزیشن کو امریکی نظریے کے مطابق متعارف کرایا جاسکے اور پھر ذرائع ابلاغ کے ذریعے رائے عامہ کو ہموار کر کے مغربی عوام کو اس کا حامی اور ہم نوا بنایا جاسکے۔ ۱۹۹۳ء کو ایک یہودی مفکر سموئل ھینٹنگٹن (Samuel Huntington) کا ایک مضمون بنام The Clash of Civilization ایک کثیر الاشاعت رسالے (Foreign Affairs) میں شائع ہوا بعد ازاں خود سموئل نے ۱۹۹۶ء میں اس مضمون کو کتابی شکل دی اور اس کا نام The clash of Civilizations and the Remaking of the World Order" رکھا۔ اس کتاب کو بھی عالمی سطح پر اتنی شہرت ملی جتنی فرانسس کی دونوں کتابوں کو حاصل ہوئی۔(۳۰)

ہینس پیٹر مارٹن اور پیر الڈ شومین گلوبلائزیشن کے آغاز کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"گلوبلائزیشن کے نفاذ کا آغاز اسی دن ہو گیا تھا جب ۱۹۹۵ء میں سابق روسی صدر گوربا چیوف (Gorbachev)نے امریکی شہر سان فرانسکو (San Francisco)کے مشہور پیرا منٹ ہوٹل (Peramount Hotel)میں پانچ سو افراد کو دعوت دی جن میں سیاسی قائدین، سماجی مفکرین، کمپیوٹر اور ٹیکنالوجی کے ماہرین اور اسٹین فورڈ ہارورڈ (Stan ford Horwar) اکسفورڈ یونیورسٹی (Oxford University) کے شعبہ معاشیات کے پروفیسروں نے شرکت کی۔ بند کمرے کی اس میٹنگ کا مقصد یہ تھا کہ اکیسویں صدی میں داخل ہونے کے لئے نقشہ راہ متعین کیا جائے"۔(۳۱)

ا۔ گلوبلائزیشن کو فروغ دینے والے ادارے اور تنظیمیں:

جدید عالمی نظام کے بانیوں کو یہ معلوم تھا کہ دنیا کو اس نظام کے تابع کرنا کوئی آسان کام نہیں اس لئے انہوں نے عالمگیریت کے نشوونما کے لئے مختلف ادارے اور تنظیمیں قائم کیے۔

(i) بلڈربرج(Bilderberg)

اس تنظیم کا بانی جوزف رٹنگ (Joseph. Retinger) ہے جس نے مئی ۱۹۵۴ء کو ہالینڈ کے شہر اوسٹر بیک (Osterbeek) میں ایک فائیو سٹار ہوٹل بلڈر برج میں ایک اجلاس زیر صدارت برن ہارڈ (Burn Hard)منعقد کیا اس اجلاس میں دنیا کے اہم اور حساس علاقوں کے بارے میں فیصلے کئے گئے۔ گزشتہ بیس برسوں کے دوران امریکہ اور برطانیہ میں سیاسی طور پر کامیابی کے لئے اس خفیہ تنظیم سے وابستگی لازمی ہو چکی ہے اس تنظیم کے عموماً ایک سو پندرہ افرد اس کے ممبر رہتے ہیں جن میں ایک تہائی بین الاقوامی سیاسی شخصیات ہوتی ہیں اور بقیہ دو تہائی بین الاقوامی سطح پر اقتصادی، تعلیمی اور صنعتی شعبوں سے وابستہ ہوتے ہیں۔ اس تنظیم کا مقصد یہ ہے کہ جدید عالمی نظام کے زیر سایہ کس طرح دنیا میں مغرب کی قیادت وسیادت قائم ہو سکتی ہے۔(۳۲)

(ii) راک فیلر فاؤنڈیشن(Rock faller Foundation)

یہ ادارہ دراصل امریکہ کی سب سے بڑی تجارتی کمپنی ہے اس ادارے نے عالمی نظام کے قیام کے لئے مالی تعاون کا بیڑا اٹھایا اور خیراتی ادارے کا لیبل لگا کر ٹیکس سے چھوٹ حاصل کی اس ادارے کی بے شمار ذیلی شاخیں بھی ہیں جن کے مقاصد اور میدان عمل یکساں ہیں۔ علاوہ ازیں بلڈربرج تنظیم کے سالانہ اجلاس کے تمام تر اخراجات یہی

ادارہ برداشت کرتا ہے۔(۳۳)

(iii) تعلقات خارجہ کمیٹی (C.F.R)

اس تنظیم کی بنیاد ۱۹۰۹ء اور ۱۹۱۳ء کے درمیانی عرصہ میں رہوڈز سیشل (Rohdes Sechal) اور اس کے رفقاء نے رکھی اس تنظیم کی طاقت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ امریکی حکومت کے دفاتر میں جب بھی ملازمین کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ سب سے پہلے اس تنظیم کے کارکنوں کی فہرست دیکھتے ہیں اور اس کے مرکزی دفتر (نیو یارک) سے رابطہ کرتے ہیں۔(۳۴)

(iv) امریکی کلیسا کی تنظیم (American Church Association)

ہنری فواڈ (Hennry Ford) اور روسنگس (Rossengs) نے ۱۹۰۸ء میں اس تنظیم کی بنیاد رکھی بعد ازاں راک فیلر فاؤنڈیشن نے مالی امداد فراہم کی۔ ۱۹۴۲ء میں اس تنظیم نے بہت سی مفید تجاویز پیش کیں جن میں سے عالمی حکومت کا قیام تھا اور یہ عالمی حکومت ایسا مالیاتی نظام وضع کرے جو عالمی بنک کے ماتحت ہو۔ اگست ۱۹۴۸ء کو اس تنظیم کا نام عالمی کلیسا رکھا گیا۔(۳۵)

(v) اقوام متحدہ (U.N.O)

لیگ آف نیشنز چونکہ امریکی اور صہیونی مفادات اور مقاصد کو پورا کرنے میں ناکام رہی۔ اس لیے اس کو ختم کر دیا گیا اور یکم جنوری ۱۹۴۲ء میں چھبیس ممالک کے ایک چارٹر پر دستخط کرنے کے بعد لیگ آف نیشنز کو ”اقوام متحدہ“ میں تبدیل کر دیا گیا۔ پھر ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۴ء میں امریکی شہر ”ان فرانسکو“ میں اقوام متحدہ کے دستور العمل کا اعلان ہوا۔ اقوام متحدہ کا دستور العمل پوری طرح سے عالمی حکومت کا تخیل پیش کرتا ہے۔ اس دستور نے اقوام عالم کے نام نہاد ادارے کو چند گنے چنے اور جنگ عظیم میں فتح یاب ممالک بالخصوص امریکہ کا مرہون منت بنا دیا اقوام متحدہ کے اس چارٹر کے منظر عام پر آ جانے کے بعد یہ بات مخفی نہیں رہ گئی تھی کہ دنیا ایک عالمی حکومت کی ماتحتی قبول کرنے کی راہ پر نکل کھڑی ہوئی ہے۔

اقوام متحدہ کے دستور العمل کی شق نمبر ۳۹ میں صراحت کی گئی ہے کہ ”سلامتی کونسل“ پر دنیا میں امن قائم کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔(۳۶)

۲۔ ٹیکنالوجی کے میدان میں انقلاب

موجودہ دور میں ٹیکنالوجی نے انقلابی ترقی کی ہے۔ اس ترقی کے نتیجے میں پوری دنیا ایک دوسرے کے قریب آ گئی

مشرق و مغرب کے فاصلے ختم ہو گئے اس ترقی کی بدولت مال، سامان اور خدمات کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا آسان ہو گیا انٹرنیٹ کے ذریعے مطلوبہ شئی کا حاصل کرنا ایک حقیقت بن چکا ہے۔ چنانچہ ٹیکنالوجی کی ترقی بالخصوص انفارمیشن ٹیکنالوجی نے عالمگیریت کی راہ ہموار کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔(۳۷)

۳۔ ملٹی نیشنل کمپنیوں کا پھیلاؤ

موجودہ دور میں کثیر الملکی کمپنیوں کا عالمی افق پر بڑا کردار ہے۔ کیونکہ یہ کمپنیاں جغرافیائی حدود کی پابند نہ ہونے کی بنا پر کئی دوسرے ممالک میں سرمایہ کاری کرتی ہیں اور اقتصادی میدان میں اپنی مرضی اور خواہشات کے مطابق قانون وضع کرتی ہیں ترقی پذیر ممالک ان کے سامنے بے بس نظر آتے ہیں۔ چنانچہ یہ کمپنیاں عالمگیریت کی اہم ترین آلہ کار ہیں۔(۳۸)

۴۔ براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری

عالمی طاقتوں نے ترقی پذیر ممالک سے معاہدے کر کے دوسرے ممالک میں سرمایہ کاری کو قانونی حیثیت دے دی ہے اب کسی ملک کی کمپنی دوسرے ملک میں تجارت کر سکتی ہے۔ چنانچہ مغربی کمپنیوں نے ترقی پذیر ممالک میں اپنا پنجہ گاڑ لیا اور وہاں کی معیشت کو نگلنا شروع کر دیا یہ کمپنیاں اپنی مصنوعات کے ساتھ ساتھ مغربی اقدار، ثقافت اور تہذیب کو بھی پروان چڑھاتی ہیں علاوہ ازیں یہ کمپنیاں عالمی بنک (جو یہودی لابی کے زیر اثر ہیں) کے لئے بھی بھاری نفع پہنچاتی ہیں اور اپنے ملک کی معیشت کو بھی مستحکم کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔(۳۹)

عالمگیریت کے مختلف میدان ہائے عمل:

صیہونی تحریک کے بانیوں نے عالمگیریت کو ایک مکمل نظام حیات بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے تا کہ انسانی زندگی کا کوئی بھی پہلو اس سے بچ نہ سکے چنانچہ انہوں نے اس نظام کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے ہر میدان کے لئے الگ الگ کارکن بھی تیار کر دیئے ہیں تا کہ عالمگیریت قابل عمل بن جائے۔ بنیادی طور پر انہیں درج ذیل میدانوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

ا۔سیاست ۲۔اقتصاد ۳۔تہذیب وثقافت ۴۔معاشرہ واخلاق ۵۔زبان وادب (۴۰)

ان تمام میدانوں کا ایک دوسرے سے بڑا گہرا تعلق ہے کیونکہ عالمگیریت کا حقیقی مقصد تمام عالم پر امریکہ کے ذریعے یہودی اقتدار قائم کرنا ہے۔ لہٰذا جہاں سیاسی میدان میں دنیا کے نقشے پر تبدیلیاں لانا ہیں اور سیاسی طور پر ترقی پذیر ممالک کو بے دست و پا بنانا ناگزیر ہے وہیں اس مقصد کے لئے اقتصادی میدان میں بھی انہیں مغلوب اور

ان ممالک پر اجارہ داری قائم کرنا بھی ضروری ہے اور اس اجارہ داری کو دوام بخشنے کے لئے ان پر مغربی تہذیب و ثقافت اور اقدار کا تسلط بھی ضروری ہے اور جب تہذیب و ثقافت کا غلبہ ہو جائے گا تو لازماً معاشرہ و اخلاق مغربی بن جائے گا اور اس طرح زبان و ادب کا مغربی خواب بھی پایہ تکمیل کو پہنچے گا۔(۴۱)

درج ذیل سطور میں عالمگیریت کے مختلف میدان ہائے عمل میں سے صرف سیاسی اور اقتصادی عالمگیریت کا سرسری جائزہ لیا جارہا ہے کیونکہ بقیہ کا انحصار انہی پر ہے۔

ا۔ سیاسی عالمگیریت:

صیہونی لابی نے مدتوں سے دنیا کو اپنی گرفت میں کرنے اور ان کے وسائل ثروت پر قابض ہونے کا خواب دیکھا تھا اور اس کے پایہ تکمیل کے لیے ۱۸۹۷ء میں سویٹزر لینڈ کے شہر "باسل" میں یہودی دانش وروں کی کانفرنس ایک منعقد ہوئی جس میں اس کانفرنس میں انیس ابواب پر مشتمل، دستاویزات تیار کی تھیں اس کتاب میں گیارہویں اور انیسویں باب میں عالمی حکومت کا تخیل ملتا ہے۔ایک عالمی حکومت کا قیام عمل میں لایا جائے جس کی باگ ڈور سلامتی کونسل اور اندرونی طور پر یہودیوں کے ہاتھ میں ہو تاکہ وہ عظیم تر اسرائیل کا قیام کر سکیں اور دنیا بھر کی حکومتوں کے اختیارات نہایت محدود کر دیئے جائیں انہیں صرف اندرونی طور پر قابو میں رکھنے کا اختیار ہو ان کی حیثیت کسی کمیٹی یا تنظیم سے زیادہ نہ جبکہ سیاسی، اقتصادی اور دفاعی امور کا تعلق اس عالمی حکومت کے ارباب اختیار کے پاس ہو(۴۲)۔

اٹھارہویں اور انیسویں صدی کے عالمی نظاموں(World Orders) کا جائزہ:

گذشتہ تین صدیوں کے عالمی نظاموں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ بڑی جنگ کے اختتام پر فاتح طاقت نے ایک نیا عالمی نظام جاری کیا ان تمام عالمی نظاموں کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

ا۔ اٹھارہویں صدی کے آغاز میں برطانیہ اور فرانس دو بڑی طاقتیں تھیں۔۱۷۰۱ء سے ۱۷۰۷ء تک ان کے مابین ایک جنگ(The War of Spanish Succession) ہوئی جس میں فرانس کو شکست سے دوچار ہونا پڑا اور برطانیہ نے ایک معاہدے کی شکل میں عالمی نظام جاری کیا جس کے تحت برطانیہ ایک طاقت کے طور پر ابھرا۔

۲۔ ۱۷۴۰ء سے ۱۷۴۷ء تک برطانیہ اور فرانس میں ایک جنگ(The War of Austrian Succession) ہوئی جس میں فرانس کو پھر شکست ہوئی اور برطانیہ نے اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے عالمی نظام جاری کیا۔

۳۔ ۱۷۵٦ء سے ۱۷٦۳ء تک برطانیہ اور فرانس میں تیسری بڑی جنگ(Seven Year War) ہوئی جس

کے تحت ۱۷۶۳ء میں "معاہدہ پیرس" لکھا گیا اور یہ نیا عالمی نظام کہلایا۔

۴۔ ۱۷۷۵ء سے ۱۷۸۳ء تک امریکہ میں ایک جنگ آزادی لڑی گئی جو (The War of American Independence) کہلاتی ہے۔ اس جنگ میں امریکہ کی تیرہ ریاستوں نے برطانیہ کی افواج کے خلاف فتح حاصل کی اور اس کے بعد امریکہ نے عالمی نظام جاری کیا جس کے تحت ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی تشکیل ہوئی۔

۵۔ ۱۸۰۳ء میں فرانس اور انگلینڈ نے اپنی گذشتہ شکست کا بدلہ لینے کے لئے جنگوں کا نیا سلسلہ شروع کیا اور ۱۸۱۵ء میں (Consent of Europe) کے نام سے ایک عالمی نظام لکھا گیا جس میں برطانیہ اور اس کے اتحادیوں کے مفادات کا تحفظ کیا گیا۔

۶۔ ۱۸۵۳ء سے ۱۸۵۶ء تک روس اور یورپ کے مابین(Crimean War)ہوئی جس کے اختتام پر "کانگرس آف پیرس" میں نیا عالمی نظام لکھا گیا اور تمام یورپی ممالک کے مفادات کو تحفظ فراہم کیا گیا۔

۷۔ پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۴ء - ۱۹۱۸ء) کے اختتام پر(Treaty of Versides) کے تحت نیو ورلڈ آرڈر جاری کیا گیا۔

۸۔ دوسری جنگ عظیم (۱۹۴۵ء-۱۹۳۹ء) کے اختتام پر ایک نئے عالمی نظام کی بنیاد رکھی گئی اس نئے عالمی نظام کے تحت اقوام متحدہ(U.N.O) بنی۔

۹۔ دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد دنیا میں طاقت کا توازن امریکہ اور روس کے ہاتھ آگیا اور دو قطبی نظاموں(Bipolar System) رائج ہو گیا اور ایک طویل سرد جنگ کا آغاز ہو گیا بالآخر ۱۹۸۸ء کو روس نے جنیوا معاہدے(Geneva Agreement) پر دستخط کر کے سرد جنگ کا خاتمہ کر دیا اور امریکہ کی برتری تسلیم کر لی۔

۱۰۔ جنیوا معاہدے کے بعد امریکہ فاتح کی حیثیت سے ایک نئے دور میں داخل ہوا تو اس طرح دنیا میں دو قطبی نظام(Bipolar System) کی جگہ یک قطبی نظام(Unipolar system) نے لے لی اور امریکہ نئے ورلڈ آرڈر کی صورت میں پوری دنیا پر بلا شرکت غیر اپنی حکمرانی اور سربراہی کے تصور کو مسلط کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔(۴۳)

سیاسی عالمگیریت کے مقاصد و اثرات:

سیاسی عالمگیریت کا اصل اور بنیادی مقصد یہ ہے کہ امریکہ اور یہودی اجارہ داری کو پوری دنیا پر مسلط کر دیا

جائے۔ مجوزہ عالمی حکومت میں امریکی صیہونی اداروں کو یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ دنیا میں جس جگہ چاہیں اعلان جنگ کر دیں اور جہاں چاہیں اپنی افواج داخل کر دیں اور جو ملک بھی عالمی حکومت کے ماتحت نہیں آئے گا اس کے مستقبل کا فیصلہ انہی امریکی صیہونی اداروں کے ہاتھ میں ہو گا۔

"پنسلوینیا"(Penseluinnih) بنک کا چیئر مین کہتا ہے:

"گلوبلائزیشن میں ہم ہی یہ طے کریں گے کہ کس کو زندہ رہنے کا حق ہے اور کون مرنے کے زیادہ لائق ہے"(۴۴)

ایک دوسرا مضمون نگار سیموئل ھنٹنگٹن(Samuel Huntington) رقمطراز ہے:

"سوویت یونین کے سقوط کے بعد مغرب کو ایک نئے دشمن کی ضرورت ہے کیونکہ جنگ کبھی نہیں رکے گی خواہ ہتھیار زنگ آلودہ ہو جائیں اور ممالک کے مابین معاہدے ہو جائیں ہاں شاید یہ ہو سکتا ہے کہ عسکری جنگ نہ ہو لیکن مغربی خیمے جس کی قیادت امریکہ کر رہا ہے اور دوسرے فریق کے درمیان (جو عالم اسلام اور چین ہو سکتا ہے) مسلسل تہذیبی جنگ چلتی رہے گی" (۴۵)

اس کے علاوہ چند درج ذیل دوسرے مقاصد سیاسی عالمگیریت میں پنہاں ہیں:

۱۔ عالمی اور مقامی سیاسی تنظیموں اور گروپوں کے اختیارات کو کم کر دیا جائے اور سیاسی عالمی میدان میں انہیں مؤثر طاقت بننے اور ابھرنے کا موقع نہ دیا جائے۔

گلوبلائزیشن کے قائدین کے سامنے درج ذیل تنظیموں کو ختم کر دینا یا ان کے اختیار کو محدود اور غیر مؤثر کر دینا شامل ہے۔ عرب لیگ، او آئی سی، افریقی اتحاد، براعظم امریکہ کے ممالک کی تنظیم وغیرہ۔(۴۶)

۲۔ اسلامی ممالک کی طاقتور اور لائق قیادت کو ہٹا کر کمزور اور نالائق قیادت مسلط کرنا اور امریکی مفاد میں کام کرنے والی قیادتوں کو تحفظ بخشا اور ان کی سرپرستی کرنا تاکہ وہاں کے عوام اور ان کی تمام تر دولت پر قبضہ کیا جا سکے۔(۴۷)

۳۔ عالمگیریت یہ بھی مطالبہ کرتی ہے کہ مقامی اقتدار کو کمزور کرنا اور اس کے اثرات کو ختم کرنا اور عوام کے دلوں سے قومیت کے جذبے کو مٹا دینا ہے۔ امریکی وزارت خارجہ کے سابق مشیر رچرڈ کارڈز(Richard Cards) کہتا ہے: "قومی حکومت کے اختیارات کو آہستہ آہستہ ختم کر کے ہی ہم روایتی حملے کی بہ نسبت زیادہ تیز عالمی نظام تک عملی طور پر رسائی حاصل کر سکتے ہیں" (۴۸)

۴۔ گلوبلائزیشن کا ایک سیاسی ہدف یہ بھی ہے کہ دنیا کے مختلف ممالک میں بالخصوص عالم اسلام میں سیاسی جماعتوں کے کردار کو غیر مؤثر کر دیا جائے اور سرکاری اور سوشل تنظیمیں سیاسی میدان میں فعال کردار ادا کریں

جس سے کسی بھی ملک کی حکومت خود بخود کمزور بلکہ ختم ہو جائے گی (۴۹)

۵۔ عالم اسلام میں داخلی انتشار اور تفرقہ بازی پیدا کر دی جائے تاکہ مسلمان ان سیاسی و مذہبی فرقہ بندیوں کا شکار ہو جائیں اور یوں اسلامی وحدت اور یکجہتی سرے سے ختم ہو جائے گی۔(۵۰)

۶۔ عالمگیریت یہ بھی چاہتی ہے کہ دنیا کے مختلف حصوں میں قائم بڑے بڑے سیاسی بلاکوں اور گروپوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کمزور بلاکوں میں تبدیل کر دیا جائے تاکہ اقوام متحدہ اور اس کے پس پردہ ملک امریکہ کے مقابلے میں کوئی بھی سیاسی قوت عالمی نقشے پر ابھر نہ سکے۔(۵۱)

حقیقت یہ ہے کہ عالمگیر کے پالیسی ساز اداروں نے جس عالمی حکومت کا نظریہ پیش کیا تھا اس کا نقشہ طے ہو چکا ہے اس حکومت کے قیام میں صرف اتنی دیر باقی ہے کہ تمام ملکوں کی مقامی حکومتوں کو ختم کر کے اقوام متحدہ کی ماتحتی میں دے دیا جائے۔

۲۔ اقتصادی عالمگیریت:

اقتصادی عالمگیریت سے مراد یہ ہے کہ صنعت و تجارت کے میدان ملکی حدود میں محدود نہ رہیں بلکہ ہر شخص کو انفرادی طور پر یا اجتماعی شکل میں یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ دوسرے ملک کی تجارت میں سرمایہ کاری کر سکے اور نفع حاصل کر سکے اس کو خاص اصطلاح میں عالمی تجارت کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ انفرادی اور شخصی طور پر عالمی تجارت میں بڑی سرمایہ کاری کرنا ناممکن تھا اس لئے مختلف تجارتی کمپنیوں کا وجود عمل میں آیا، جنہوں نے مختلف ممالک کے تجارتی سیکٹروں میں سرمایہ کاری کا آغاز کیا۔اس کے قائلین کا یہ دعویٰ ہے کہ عالمی تجارت سے خوشحالی بڑھے گی اور غربت کا خاتمہ ہو گا۔ تمام طرح کا سامان مناسب قیمت اور کثیر مقدار میں دستیاب ہو گا،اور ہر ملک کا سامان ہر بازار اور ہر منڈی میں فروخت ہو گا۔(۵۲)

اقتصادی عالمگیریت کے طریقہ کار کے بارے میں بحث کرتے ہوئے یاسر ندیم رقمطراز ہیں:

”اقتصادی عالمگیریت نے در اصل سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) کو بنیاد بنایا اور اس کے متعین کردہ اصولوں کی روشنی میں اپنے مادی سفر کا آغاز کیا گلوبلائزیشن کے پالیسی سازوں کے پیش نظر یہ بات تھی کہ جہاں اس نظام سے کمپنیوں اور ان کے مالکان کو بلا حد و حساب فائدہ ہو وہیں ان ممالک کو بھی فائدہ حاصل ہوتا رہے جن کی طرف یہ کمپنیاں منسوب ہیں، ان کی منصوبہ بند سازش رہی ہے کہ عالمی اقتصادیات پر چند گنی چنی کمپنیوں کا قبضہ ہو

بر آمدات و درآمدات انہی کی تحویل میں ہوں اور عوام کی کمائی کا بڑا حصہ ان کے مالکان کے بنک اکاؤنٹس میں محفوظ ہوتا رہے" (۵۳)

اقتصادی گلوبلائزیشن کے فروغ کے لئے مختلف ادارے

اقتصادی گلوبلائزیشن کی راہ ہموار کرنے کیلیے درج ذیل ادارے اور معاہدے قابل ذکر ہیں۔

۱۔ گیٹ معاہدہ (GATT) ۱۹۴۸ء میں امریکی حکومت کے ذریعے عمل میں آیا۔ جس کا مقصد عالمی تجارت کو فروغ دینا اور اس کو تمام پابندیوں سے آزاد کر دینا ہے تا کہ کمپنیاں جس ملک میں بھی چاہیں آزادانہ تجارت کر سکیں۔(۵۴)

۲۔ عالمی نقدی نظام: اس نظام کی وجہ سے امریکی کرنسی "ڈالر" کو بہت زیادہ قوت حاصل ہوئی اسی نظام کے بدولت ڈالر عالمی کرنسی بنی اور ساری دنیا اسی کرنسی میں لین دین کرنے لگی اس وجہ سے امریکہ کی معیشت میں زبردست استحکام آیا۔(۵۵)

۳۔ بریٹن ووڈز کا نیا نظام زر (Bretton Woods System of Exchange Rate) جس کا مقصد یہ ہے کہ کرنسی کی قدر کا پیمانہ تو بنیادی طور پر سونا ہی ہے مگر ہر ملک کی کرنسی پر سونا نہیں ملتا بلکہ اب بین الاقوامی تجارت میں آلہ تبادلہ "ڈالر" کو قرار دیا گیا ہے امریکی کرنسی ڈالر کو سونا سے وابستہ کر دیا گیا یوں بریٹن کانفرنس نے امریکی کرنسی کو ایک عالمی کرنسی میں تبدیل کر دیا۔(۵۶)

۴۔ عالمی مالیاتی فنڈ (International Monetary Fund) (IMF) یہ پوری دنیا کا ایک مرکزی بنک ہے، جو دوسرے ممالک کو اس کے کوٹے کے مطابق قرضے فراہم کرتا ہے۔ ہر ملک کا کوٹا عالمی تجارت کے ساتھ تناسب سے طے کیا جاتا ہے۔ یہ ادارہ کسی بھی ملک کی کرنسی کے اتار چڑھاؤ پر بھی اثر انداز ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔اس لئے یہ ادارہ بھی عالمگیریت کا بہت بڑا نقیب ہے۔(۵۷)

۵۔عالمی بنک (International Bank for Reconstruction and Development) (I.B.R.D)

عالمی بنک یا ورلڈ بنک بھی آئی ایم ایف کی طرح قومی اور ملکی اقتصاد کو عالمی اقتصاد میں تبدیل کرنے پر کاربند ہے۔اس ادارے کے ذریعے وہی پالیسیاں قابل عمل ہو سکتی ہیں جو امریکہ اور صیہونی کے مفادات میں ہو۔(۵۸)

۶۔ ورلڈ ٹریڈ اورگنائزیشن (W.T.O) ایک ہمہ گیر تجارتی نظام کا ایک بنیادی اور قانونی ادارہ ہے۔ جو ان معاہدوں کو یقینی بناتا ہے جن کی رو سے حکومتوں کو یہ بتلایا جائے کہ وہ مقامی تجارت کا نظام کیسے چلائیں۔اس ادارے کو

اس بات کا مکمل حق ہے کہ وہ ہر ملک کی مقامی تجارت میں دخل اندازی کرے اور کسی بھی ملک کو اپنی تجارت کس طرح پر چلائے اس کا دائرہ کار وضع کرئے یہ ایک جانبدار ادارہ ہے جس سے مغربی مفادات وابستہ ہیں۔(٥٩)

غرض کہ اقتصادی گلوبلائزیشن ایک غیر منصفانہ عمل ہے جس کا مقصد ترقی یافتہ ممالک کا اپنے بازاروں کی حفاظت کرنا اور ترقی پذیر ممالک کے ترقی کے منصوبوں پر کاری ضرب لگانا ہے۔(٦٠)

اقتصادی عالمگیریت کے مفاسد و خطرات:

اقتصادی عالمگیریت کے نتیجے میں جہاں آزادانہ تجارت کو فروغ ملا وہیں اس سے وابستہ بہت سے نقصانات اور خطرات سامنے آئے ہیں۔

١۔ پوری دنیا کی دولت چند افراد کے پاس جمع ہو کر رہ گئی ہے۔ تین سو اٹھاون افراد ایسے ہیں جن کی دولت دنیا کی نصف آبادی کی دولت کے برابر ہے۔(٦١)

٢۔ ترقی پذیر ممالک کیے لیے ملٹی نیشنل کمپنیوں کی اجارہ داری ہے اس سے ترقی یافتہ ممالک ان ممالک کو زیر نگیں کر لیں گے اور ان پر اپنا تسلط قائم کر لیں گے۔(٦٢)

٣۔ دولت اور آمدنی کی تقسیم میں نمایاں فرق واضح ہوا ہے۔ چنانچہ دنیا میں دو ارب سے زائد افراد ایسے ہیں جن کی ماہانہ آمدنی ساٹھ ڈالر سے بھی کم ہے۔(٦٣)

٤۔ تیزی سے بڑھتی ہوئی بے روزگاری اور تنخواہوں میں کمی بھی اسی کا شاخسانہ ہے۔ بے روزگاری کی وجہ سے غربت نے جرائم کی شرح میں اضافہ کر دیا ہے۔(٦٤)

٥۔ عالمی ثروت کی تقسیم میں جو امتیاز قومی، نسلی اور ملکی صورت میں ہوا ہے۔ یہ فرق ملکوں کی مقامی دولت کی تقسیم میں بھی دیکھنے میں آیا ہے ایک ہی ملک کا ایک طبقہ اسی عالمگیریت کی بدولت ملکی دولت کے ایک بڑے حصے پر قابض ہے اس کے برخلاف ایک بڑا طبقہ ایسا بھی ہے جو اس سے یکسر محروم ہے۔(٦٥)

٦۔ ترقی یافتہ ممالک اقتصادی عالمگیریت کی راہ سے ترقی پذیر ممالک پر اقتصادی اور زراعتی پالیسیاں نافذ کر رہے ہیں تاکہ ان ممالک میں ترقی نہ ہو سکے اور وہ مغربی مصنوعات کے صارفین ہی بنے رہیں۔(٦٦)

٧۔ عربوں کے ذرائع آمدنی کو کمزور کرنے کی کوشش بھی جاری ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک نے تیل کو محض ایک سامان قرار دے کر اس کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کی اور پھر اسے مصنوعات کی اس فہرست سے مستثنیٰ قرار

دے دیا جن کی آزادانہ تجارت عالمی سطح پر ہوتی ہے اور وہ ٹیکس اور دیگر کسٹم ڈیوٹیوں سے آزاد ہوتے ہیں، بلکہ اس پر بھاری بھر کم ٹیکس لاگو کیا جاتا ہے۔(٦٧)

یہ وہ خطرات میں جو اقتصادی عالمگیریت کے نتیجے میں ترقی پذیر ممالک کو درپیش ہیں اور ان کو اقتصادی اعتبار سے کھوکھلا کر رہے ہیں۔

اسلام کا تصور عالمگیریت:

انسانی فطرت تمام اقوام میں بلا تخصیص نسل و وطن عالمگیر ہے کوئی قوم اور کوئی ملک ایسا نہیں جس میں انسانی فطرت اور اس کے لوازمات و خصائص موجود نہ ہوں آسمانی مذہب چونکہ فطرت انسانی کی تکمیل اور سعادت کے لئے آیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ انسانی دین بھی انسانی فطرت کی طرح ہمہ گیر ہو اور یہی دین کے عالمگیر ہونے کا مطلب ہے اور انسانی فطرت جس طرح عالمگیر ہے اسلام بھی اس طرح عالمگیر اور آفاقی دین ہے۔وہ کسی مخصوص قوم اور قبیلے کے لئے نہیں ہے بلکہ روئے زمین پر بسنے والے ہر انسان کے لئے ہے اس کی دعوت نسلی، قومی یا جغرافیائی حدود میں مقید نہیں رہی بلکہ دنیا کے جس کونے پر انسان نے قدم رکھا دعوت اسلامی بھی وہاں پہنچی اور اپنی بلند تعلیمات اور اقدار واخلاق سے لوگوں کو اپنی آغوش میں لے لیا۔

اسلام کی انہی بلند و ارفع تعلیمات، اعلیٰ اقدار اور بے مثال عدل و انصاف کا نتیجہ تھا کہ اس کی آغوش میں آنے والے شاہ وگدا بھی تھے اور سفید وسیاہ بھی، عرب بھی تھے اور عجم بھی غرضیکہ ہر طبقے کے لوگ اس سے متاثر ہو کر اس کے سایہ رحمت میں آئے۔

اس جہاں کے ہر طبقے کا اسلام کے زیر سایہ آنا ہی اس کے عالمی اور آفاقی مذہب ہونے کی دلیل ہے۔اگر اسلام کسی قوم یا قبیلہ کے ساتھ خاص ہوتا تو اس مذہب کے پیروکار ہر قوم ونسل سے تعلق رکھنے والے نہ ہوتے۔

علاوہ ازیں قرآن پاک میں بہت سی آیات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے۔کہ آنحضرت ﷺ کی رسالت، قرآن کریم کی دعوت اور اسلام کا پیغام ہر خطے پر بسنے والے انسانوں کے لئے ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: و ما ارسلناک الا رحمة للعالمین (٦٨)

اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وما ارسلناک الا کافة للناس (٦٩)

اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔
ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
قل یأیہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا (۷۰)
آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف سے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے۔
ایک دوسرے مقام پر تمام لوگوں کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے:
یا أیہا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم (۷۱)
اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا ہے۔
قرآن حکیم کی ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ایک عالمی مذہب ہے اور اس کی دعوت آفاقی ہے اور اس کی تعلیمات کا تعلق صرف ان ہی لوگوں سے نہیں ہے جو آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے ہر رسول اور ہر نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہی دین لے کر آیا ہے جس کی تجدید آپ ﷺ نے فرمائی اس لئے اگر یہ کہا جائے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ تک ہر نبی نے اسلام کی دعوت دی ہے تو غلط نہ ہو گا۔ قرآن و سنت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے۔
کان الناس امة واحدة فبعث اللہ النبیین مبشرین و منذرین و أنزل معھم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ (۷۲)
دراصل لوگ ایک ہی گروہ تھے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہ السلام کو خوشخبریاں دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور ان کے ساتھ سچی کتابیں نازل فرمائیں تاکہ لوگوں کے ہر اختلافی امر کا فیصلہ ہو جائے۔
اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔
”حضرت نوح اور آدم علیہما السلام کے درمیان دس صدیوں کا فاصلہ ہے۔ اس عرصے میں تمام لوگ ایک ہی مذہب پر عمل پیرا تھے“ (۷۳)
حضرت نوح علیہ السلام کے بعد انبیاء بنو اسرائیل نے بھی اسی اسلام کی دعوت دی جس کی دعوت ان سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام اور ان سے قبل حضرت آدم علیہ السلام دے چکے تھے۔ ارشاد ربانی ہے۔
وقضیٰ ربک ألا تعبدوا الا ایاہ(۷۴)

اور تیرے رب نے حکم دیاہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

اور جب آنحضرت کو رسول بنا کر بھیجا گیا تو آپ نے اسی دعوت کی تجدید فرمائی اور اسی اسلام کی طرف لوگوں کو بلایا جس کی طرف آپ سے پہلے تمام انبیاء پوری انسانیت کو دعوت دے چکے تھے۔ اس لئے یہ کہنا بجا ہے کہ اسلام اسی روز سے عالمی ہے جب سے یہ عالم قائم ہے اور یہ اسی وقت سے ہمہ گیر ہے جب سے یہ کون و مکان سجایا گیا ہے۔

تعلیمات اسلام:

اسلام نے جنس، دین اور زبان کے اختلاف کو بنی نوع انسان کی فطری عادت قرار دیا ہے اور اپنی تہذیب اور ثقافت دوسروں پر مسلط کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ اسلامی تہذیب دراصل تمام عالمی تہذیبوں کا قدر مشترک ہے اس نے تمام دوسری تہذیبوں کی اچھی بات کو قبول کیا ہے۔ اور اپنے سے نہ ٹکرانے والی عادات کو باقی رکھا ہے۔

اسلام اقوام کی خصوصیات کا احترام کرتا ہے۔ اور مقامی تقاضوں اور تہذیبوں کی بقا کا داعی ہے۔ اسلامی تاریخ میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ مسلمانوں نے دیگر اقوام کے لئے کوئی راستہ مقرر کیا ہو ان کو کسی ایک رخ پر چلایا ہو یا کسی خاص نظام کے تابع کیا ہو بلکہ مسلمانوں نے ہمیشہ مختلف مذاہب، زبانوں اور قوموں کا نہ صرف اعتراف کیا ہے بلکہ ان کے ساتھ بہترین معاملہ کیا ہے یہی وجہ ہے کہ یورپ و افریقہ سے ایشیا تک کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی مسلمانوں کی حکومت میں عیسائی، یہودی، مجوسی اور دیگر مذاہب کے پیروکار امن و سلامتی کے ساتھ رہے ہیں ان کے سامنے ہمیشہ ارشاد خداوندی پیش نظر رہا ہے۔

یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی وجعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (۷۵)

اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے مختلف گروہ اور قبائل بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کی شناخت کر سکو اور اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

اسلام جبراً کسی کو اس کے حلقہ آغوش میں داخل ہونے کا داعی نہیں ہے۔ بلکہ اس سلسلہ میں اس کی تعلیمات واضح ہیں۔ ارشاد باری ہے۔

لا اکراہ فی الدین (۷۶) دین میں کوئی سختی نہیں۔

اسلام ہر میدان میں لوگوں کے لئے راہ نما ہے۔ زمان و مکان کی حدود سے بالاتر ہو کر وہ ہر ماحول میں ہدایت کا پیام بر ہے۔ اس کا اپنا معاشی، معاشرتی اور عائلی نظام ہے۔ اس کی ایک مخصوص تہذیب اور منفرد ثقافت ہے۔ اس کا

اقتصادی نظام اخوت، مساوات اور یگانگت جیسے اصولوں پر مبنی ہے۔ جو زندگی کو امن و سکون عطاء کرتا ہے اور معاشرتی طبقات کے درمیان قائم خلیج کو چاک کرتا ہے۔ اس کے اقتصادی نظام کے اصولوں کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ ان میں پختگی کے ساتھ ساتھ لچک بھی ہے یہی وجہ ہے یہ نظام ہر زمانے کے لئے قابل عمل ہے۔ البتہ ان اصولوں میں چند ایسے بھی ہیں جو نا قابل تغیر ہیں جیسے زکوٰۃ اور مال غنیمت کے مصارف، سود، قماری بازی، چوری، ملاوت، کم تول وغیرہ کی حرمت اور ناجائز طریقے سے لوگوں کا مال کھانا وغیرہ جبکہ دوسری طرف اسلام نے سربراہ مملکت کو اجازت دی ہے کہ وہ ہر زمانے کے مطابق اقتصادی نظام کو چلاتے اور بدلتے ہوئے حالات میں اس کا پیغام عام کرے۔ اس لئے یہ ناممکن ہے کہ اسلام کے سچے پیروکار اسلامی تعلیمات کو چھوڑ کر گلوبلائزیشن کے پیش کردہ نظام کو اپنالیں جبکہ دیگر اقوام چونکہ اپنی اپنی رسومات کی حد تک اپنے مذہب اور دین کی پابند ہیں معاشی یا معاشرتی اور عائلی نظام میں ان کا دین ان کی راہنمائی کرنے سے قاصر ہے۔ اس لئے انہیں جدید عالمی نظام کو قبول کرنے میں زیادہ تامل نہیں ہو گا۔

گلوبلائزیشن زمانہ جاہلیت کا نمونہ:

در حقیقت گلوبلائزیشن زمانہ جاہلیت کا نمونہ ہے۔ زمانہ جاہلیت انسانیت کا تاریک ترین دور تھا۔ جہاں بے شمار اخلاقی، معاشرتی اور روحانی خرابیاں پائی جاتی ہیں۔ سود خوری، جنس پرستی اور سیاسی انارکی جیسے مسائل جنم پا چکے تھے مختلف قسم کی برائیاں جاہلی معاشرے کا حصہ بن چکے تھے۔

آج گلوبلائزیشن جن نظریات کا داعی ہے اور جن افکار وخیالات کو لاگو کرنا چاہتا ہے۔ بلا شبہ وہ انہی جاہلی مفاسد کا پرتو ہے۔ جاہلیت کی طرح گلوبلائزیشن نے بھی سود اور جنس پرستی کو درست قرار دیا، زمانہ جاہلیت میں جس طرح جاگیر داروں کے مفادات ہی کو محبوب رکھا جاتا تھا اور غربا کا عرصہ حیات تنگ کیا جاتا تھا اس طرح عالمگیریت میں بھی چند مخصوص کمپنیوں کے مالکان کے ذاتی مفادات کی رعایت کی جاتی ہے غریب اور نادار لوگوں کو لوٹ مار کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ دور جاہلیت میں جس طرح عورت کی حیثیت ایک سامان سے زائد نہ تھی اس طرح عالمگیریت کے دور میں آزادی نسواں کے نام پر اس کا استحصال کیا جارہا ہے۔

عالمگیریت ساز کاروں نے عالمی استحکام کے نام پر سیاسی انارکی پھیلائی اور زمانہ جاہلیت میں جس طرح اقتدار پر طاقتور کا قبضہ ہوتا تھا اس نام نہاد مہذب دور میں بھی عالمی اقتدار پر چند طاقتوں کا قبضہ ہے۔ جو اقوام متحدہ اور سلامتی

کونسل کے ذریعے پوری دنیا کو غلام بنائے ہوئے ہیں اس لئے یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ آج کا گلوبلائزیشن زمانہ جاہلیت کا نمونہ اور اس کا عکاس ہے۔

گلوبلائزیشن اسلام مخالف:

عالمگیریت محض سیاسی یا اقتصادی تحریک کا نام نہیں ہے بلکہ براہ راست اسلام پر حملہ ہے۔ اس لئے کہ اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جو اپنی آفاقیت کیوجہ سے گلوبلائزیشن کے فتنے کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ عالمگیریت کے پالیسی سازوں نے اپنے منصوبوں میں جہاں سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی میدانوں میں اپنے مقاصد اور مفادات کا حصول شامل ہے وہیں اسلام کو کمزور کرنا اور اس پر یورش کرنا بھی ان کی اولین ترجیحات میں داخل ہے۔

آج ہر مسلم ملک میں ایسی تنظیمیں اور ادارے قائم ہیں جو آزادی، جمہوریت اور حقوق انسانی کے نام پر اسلام کے خلاف محاذ آرائی میں مصروف ہیں۔ ان کا مقصد اسلامی تہذیب و ثقافت کی مخالفت کرنا، اسلامی قوانین کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنا، مسلم عورت کے مسائل کے حوالے سے اسلام پر نکتہ چینی کرنا ہے۔

گلوبلائزیشن اسلام کے خلاف علی الاعلان جو سازش کر رہا ہے اس بارے میں ڈاکٹر عمر الحاجی رقمطراز ہیں۔

"گلوبلائزیشن اسلام کے خلاف جو حملہ آور ہے، انہیں درج ذیل نکات میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ مسلمانوں کے دینی عقائد میں شکوک وشبہات پیدا کر دیئے جائیں تا کہ مسلمان اپنے مذہب کا سہارا نہ لے سکیں جو در اصل ان کا سب سے بڑا سہارا ہے۔

۲۔ مغربی مادیت پرست اور ملحدانہ افکار وخیالات کو زیادہ سے زیادہ رواج دینے کے مقصد سے مسلمانوں کے مقامات مقدسہ کو مغربی طاقتوں کے زیر اثر کر دیا جائے تاکہ مسلمانوں کے پاس کوئی مرکز نہ رہے۔

۳۔ ہر ملک میں اسلامی عقیدہ کی جگہ مادی فلسفہ کو داخل کر دیا تا کہ مسلمان اسلامی عقائد سے کوئی روشنی نہ حاصل کر سکیں۔

۴۔ اسلام کو حکومت اور سیاست سے بے دخل کر دیا جائے اور مغربی اقدار پر مبنی سیکولر فلسفے کی بنیاد پر حکومتوں کی تشکیل کی جائے۔(۷۷)

در اصل عالمگیریت کے قائدین کو یہ معلوم ہے کہ اسلام میں چونکہ اس کا نعم البدل بننے اور ہر سطح پر اس کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ اس لئے اسلام کو محض ایسا مذہب بنا دیا جائے جو چند ارکان کی ادائیگی کا مطالبہ کرتا ہو عملی زندگی میں اس کا کوئی کردار نہ ہو۔

مذکورہ بالا سطور سے اسلام اور عالمگیریت کے درمیان فرق واضح ہو جاتا ہے اول الذکر میں خیر ہی خیر ہے اور ساری انسانیت کے لئے بھلائی ہے اور موئخر الذکر میں شر ہی شر ہے اور تمام بنی نوع انسانی کے لئے ضرر رساں ہے۔

اس امر کی شہادت ایک فرانسیسی مفکر دیتے ہوئے رقمطراز ہے۔

"عالمگیریت کے ذریعے سرمایہ دارانہ نظام میں جتنی تیزی کے ساتھ پھیلاؤ ہو گا، اتنی سرعت کے ساتھ قبیلے، قوم اور دین کے نام پر جنگوں میں اضافہ ہو گا۔ جوں جوں مواصلات کے میدان میں ترقی ہوتی رہے گی لوگ غلامی کی زنجیروں میں جکڑے جاتے رہیں گے اتحاد پارہ پارہ ہو جائے گا۔ خاندان قبیلے اور وطن کی پشت پناہی نہ ہونے کی وجہ سے خوف و دہشت میں اضافہ ہو گا۔ معیار زندگی میں جس رفتار سے بلندی آئی جائے گی اسی رفتار سے ظلم و بربریت اور جرائم بھی بڑھتے رہیں گے،،(۷۸)

گلوبلائزیشن کا سدباب:

گلوبلائزیشن ایک حقیقت ہے جس سے انکار کرنا ممکن نہیں اس کی راہ ہموار کرنے کے لئے تمام ذرائع و وسائل ہمہ وقت مصروف ہیں۔ مغرب ایک بار پھر پوری دنیا پر حکومت کرنے کی ہوس کے نتیجے میں عالمگیریت کا لبادہ اوڑھ کر اور سامراجیت کا علم ہاتھ میں اٹھائے مشرق کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے اس کی برق رفتاری کو دیکھتے ہوئے وہ دن دور نہیں لگتا جب بر و بحر کا ہر ذرہ مغرب زدہ ہو جائے گا۔ جس وقت سے اس کے بھیانک اور مکروہ چہرے سے نقاب اٹھا ہے مسلم مفکرین و دانش ور بے حد متفکر ہیں کہ اس چیلنج یا استعمار کے اس نئے طریقے کو کس طرح مقابلہ کیا جائے۔ اس بارے میں تین آراء پیش کی جاسکتی ہیں۔

۱۔ عالمگیریت کے سامنے سر تسلیم خم ہو جانا چاہئے اور اس کے دعویٰ کے مطابق اس کو انسانیت کے لئے ناگزیر ضرورت اور سرچشمہ خیر مان لیا جائے۔

۲۔ عالمگیریت کو مکمل طور رد کیا جائے اور اس کی ہر سطح پر بھرپور مزاحمت کی جائے۔

۳۔ عالمگیریت کے مثبت پہلوؤں سے فائدہ اٹھایا جائے اور اس کے منفی پہلوؤں سے احتراز کیا جائے۔

اول الذکر رویہ یا نقطۂ نظر اس لئے درست نہیں کہ عالمگیریت کا اصل نشانہ امت مسلمہ بالخصوص اور اقوام عالم بالعموم ہے۔ مفکرین نے اس صیہونی امریکی عالمگیریت کے درست ہونے کا اعتقاد رکھنے کو کفر اور ارتداد قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس کا مقصد عقیدہ' مذہب' تہذیب، طرز زندگی اور اخلاقیات و اقدار وغیرہ کی تبدیلی اور انہیں

امریکی صیہونی رنگ دیناہے۔ لہٰذا یہ منصوبہ مکمل طور پر اسلام کے خلاف اور اس کے متصادم ہے۔

جہاں تک تعلق دوسرے نقطہ نظر سے وہ عملی طور پر مختلف وجوہات کی بنیا پر ناممکن ہے۔

۱۔ عالمگیریت کا پروپیگنڈا پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے۔ عالمی سطح پر سیاسی' معاشی' معاشرتی اور تکنیکی میدانوں میں اتنی تیزی سے اور ایسے ڈرامائی انداز میں تبدیلیاں آئی ہیں جو پہلے کبھی مشاہدے میں نہیں آئی تھیں ابلاغ کی سہولتوں نے جغرافیائی حدود کے تصور کو ختم کر دیا ہے۔ دنیا اب گلوبل ویلج (Global Village) ہے اور ہر انسان اس کا شہری ہے لہٰذا کسی خول میں بند نہیں رہ سکتا اور دنیا سے کٹ کر گوشہ نشی اختیار نہیں کی جاسکتی ہے۔

۲۔ موجودہ عالمی نظام کا خمیر' لین دین' تبادلے اور مشترکہ تعاون سے بڑھا ہے لہٰذا کوئی فریق یا جماعت اپنے آپ کو دنیا سے علیحدہ نہیں رکھ سکتا۔

۳۔ عالمگیریت لاتعداد ذرائع ابلاغ کے ذریعے لوگوں کو اپنا اثر ورسوخ حاصل کر چکی ہے۔ ان ذرائع ابلاغ پر نہ صرف افراد بلکہ حکومتوں کے لئے بھی کنٹرول کرنا ناممکن ہے۔

اس طرح کے بہت سے دیگر اسباب کی وجہ سے عالمگیریت کی بالکلیہ مزاحمت کرنا ناممکن دیکھائی دیتا ہے۔ البتہ موئخر الذکر نقطہ نظر سے اتفاق کیا جاسکتا ہے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ عالمگیریت کے مثبت اور منفی پہلوؤں میں امتیاز کرنا آسان کام نہیں اس کے لئے بڑی جدوجہد اور مسلسل محنت کی ضرورت ہے۔ یہ امتیازی عمل انفرادی اور اجتماعی سطح پر سرا نجام دیا جاسکتا ہے۔ اسلام کے مقاصد اور اس کی جامعیت سے واقفیت حاصل کی جائے اور اسلام مخالف پروپیگنڈے سے آگاہی حاصل کر کے ان کے اہداف وخطرات سے نپٹنے اور ان کی مزاحمت کے لئے ہمہ وقت تیار رہنا چاہئے۔ اور اس کے مقابلے کی بھرپور تیاری کریں اپنے دین اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں اس کا متبادل پیدا کریں اور انہیں اقوام عالم بالخصوص امت مسلمہ کے سامنے لائیں اس کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کو باہم متحد اور مضبوط تر ہونے کے بارے میں اقدامات کئے جانے چاہئیں تاکہ تمام قدرتی ذرائع ووسائل سے فائدہ اٹھایا جاسکے اس طرح عالمگیریت کے نہ صرف منفی رجحانات سے بچا جاسکتا ہے بلکہ اس کے مفید پہلوئوں سے رہنمائی بھی لی جاسکتی ہے۔

عالمگیریت کا مقابلہ محض سرکاری قرار دادوں اور حکومتی سفارشات کے ذریعے نہیں کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ ہمیں اسلام ہی کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ اس لئے کہ اسلام ہی میں وہ طاقت ہے جس کے ذریعے اس عالمگیر فتنے کا تدارک کیا جاسکتا ہے۔ ہمیں اپنے دین ومذہب اور تہذیب وثقافت کے حوالے سے ہر طرح کی لچک پس پشت ڈالنا ہوگا۔ نیز اسلامی تعلیمات اور اسلامی تہذیب وتمدن پر سختی کے ساتھ عمل بجالانا ہوگا۔

گلوبلائزیشن کی تاریک رات کا آغاز ہو چکا ہے اگرچہ اس کی تاریکی نے ابھی تک پوری طرح اس عالم کو اپنی لپیٹ میں نہیں لیا لیکن اگر بد قسمتی سے امت مسلمہ خواب غفلت کا شکار رہی تو وہ وقت دور نہیں جب عالمگیریت کا خوفناک سایہ تمام عالم پر چھا جائے گا اور ہر چیز کو مغرب زدہ کر دے گا۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) فیروز الدین، فیروز اللغات، ص: ۸۸۸

(۲) وحید الزمان، القاموس الوحید، ص: ۱۱۱۹

(۳) اردو لغت، ص:۱۰ /۲۸۰

(۵) مجمع اللغۃ العربیۃ قاہرہ نے گلوبلائزیشن کے لئے لفظ ''العولمة'' ہی استعمال کیا ہے۔ڈاکٹر محمود فہمی حجازی' رسالہ الہلال قاہرۃ مارچ ۲۰۰۱ء

(۶) ڈاکٹر مصطفی رجب' مخاطر العولمة علی المجتمعات العربیة' مجلہ البیان' ۱۳

(۷) New Collegiate Dictionary P.۲۱۵

(۸) صالح الرقب،العولمة، ص: ۵

(۹) Standards Mahtir Muhammad, Westernization and the acceptance of western standards, p.۲۷

(۱۰) مانع حماد،العولمة و تاثیرها علی العالم الاسلامی، ص:۷

(۱۱) The International Encyclopedia of Business and Management ۱/۱۶۴

(۱۲) صالح الرقب،العولمة، ص:۵، نعیم شومان، العلومة بین النظم التکنولوجیة الحدیثة، ص ۴۱

(۱۳) احمد مصطفی عمر،المستقبل العربی، ص:۲:۷

(۱۴) علی حرب،صدمة العولمة فی خطاب النخبة ، ص:۱۷

(۱۵) صالح الرقب،العولمة، ص: ۷

(۱۶) محمد عابد الجابری، العرب والعولمة، ص: ۱۳۷

(۱۷) محمد ابراہیم المبروک،الاسلام والعولمة، ص:۱۰۱

(۱۸) صالح الرقب،العولمة، ص:۶

(۱۹) مصطفی محمود، رسالہ الاسلام وطن، ص: ۱۳۸

(۲۰) محمد عابد الجابری، العرب،والعولمة، ص:۱۳۷

(۲۱) روزنامہ الخلیج، ۲۰۰۰/۲/۵ء

(۲۲) حسن حنفی وصادق جلال، ما العولمة، ص:۱۳۶، رسالہ المنتدی، عدد ۱۹۳، اگست ۱۹۹۹ء، ماہانہ المستقبل، عدد، ۱۳۰، مئی ۲۰۰۲ء

(۲۳) الخطیب' تاریخ بغداد' ص:۱۰ /۱۱۷

(۲۴) سوئٹزرلینڈ کا مشہور شہر ہے۔

(۲۵) ڈاکٹر اکرم عبد الرزاق المشہدنی' بروتوکولات حکماء' صیہون' جذور العولمة والمؤامراة الصیہونیة' علی العالم' ص:۴۳

(۲۶) نذر الحفیظ، مغربی میڈیا، ص: ۶۸

(۲۷) نذر الحفیظ، مغربی میڈیا، ص: ۶۸

(۲۸) صالح الرقب،العولمة، ص:۱، یاسر ندیم، گلوبلائزیشن اور اسلام، ص: ۷۳

(۲۹) صادق جلال،ماھی العولمة، ص: ۷۳' جودت سعید عبد الوہاب علوانی، الاسلام والغرب والدیمقراطیة، ص:۱۸

(۳۰) یاسر ندیم، گلوبلائزیشن اور اسلام، ص:۷۶

(۳۱) صالح الرقب،العولمة، ص:۸

(۳۲) محمد انیس الرحمن مدینے سے وائٹ ہاؤس تک، ص: ۱۷۳ یاسر ندیم، گلوبلائزیشن اور اسلام، ص:۸۷

(۳۳) نذر الحفیظ، مغربی میڈیا اور اس کے اثرات، ص: ۹۶

(۳۴) نذر الحفیظ، مغربی میڈیا، ص: ۹۷

(۳۵) نذر الحفیظ، مغربی میڈیا، ص: ۹۷

(۳۶) ایضاً

(۳۷) صالح الرقب،العولمة، ص:۹

(۳۸) عبد سعید، عبد اسماعیل، العولمة والعالم الاسلامی، ص:۱۳

(۳۹) صالح الرقب، العولمة، ص:۹

(۴۰) ڈاکٹر عزت السید' انهیار مزاعم العولمة'ص:۵

(۴۱) یاسر ندیم، گلوبلائزیشن اور اسلام، ص: ۹۶

(۴۲) نذر الحفیظ، مغربی میڈیا، ص:۴۵

(۴۳) مزید تفصیل کے لئے دیکھئے طارق وحید بٹ، نیو ورلڈ آرڈر اور اسلام اور پاکستان، ص:۲۳، محمد طاہر قادری، نیو ورلڈ آرڈر اور عالم اسلام، ص:۳۷

(۴۴) دراسة حول العبد التاریخی المعاصر لمفهوم العولمة، ص: ۸۰

(۴۵) عماد الدین خلیل، تحدیدات النظام العالمی الجدید، ص: ۴۷

(۴۶) جمال قنان، نظام عالمی ام سیطرة استعماریة جدیدة، رسالہ المستقبل العربی، ص: ۴۰

(۴۷) صالح الرقب، العولمة، ص:۲۳

(۴۸) محمد عابد الجابری، العرب والعولمة' ۱۴۵

(۴۹) سیار الجمیل' العولمة الجدیدة والمجال الحیوی'ص:۵۷

(۵۰) محمد عابد الجابری، العرب والعولمة' ۱۴۵

(۵۱) یاسر ندیم' اسلام اور گلوبلائزیشن'ص:۱۷۰

(۵۲) حسن حنفی، ما العولمة، ص: ۲۴

(۵۳) یاسر ندیم، اسلام اور گلوبلائزیشن، ص:۱۷۰

(۵۴) محمد علی، منظمة التجارة العالمية، ص:۹۶

(۵۵) حامد فرزات، امریکا المستبده، ص:۸۲

(۵۶) تقی عثمانی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص:۹۶

(۵۷) حامد فرزات، امریکا المستبدة، ص:۶۵

(۵۸) ایضاً، ص:۶۴

(۵۹) ڈاکٹر محمد بن سعود، منظمة التجارة العالمية، رسالہ البیان عدد، ۱۷۰، ص:۱۷۰

(۶۱) تفصیل کے لئے دیکھئے عاطف سہیل صدیقی، Globaliation from the Perspective of Islam and Modernity p: ۶۲

(۶۱) صالح الرقب،العولمة،ص:۱۹

(۶۲) نهاية الجغرافية، رساله البيان،ص:۱۰۲

(۶۳) صلاح الفضلی، العولمة لمصلحة الاغنياء،اخبار الرآی العام کویت

(۶۴) صالح الرقب،العولمة،ص:۲۱

(۶۵) محمد عابد الجابری، العرب والعولمة،ص:۱۴۱

(۶۶) الرسالة غزه پٹی عدد ۱۴۱، ص:۲۱

(۶۷) ایضاً

(۶۸) سورۃ الأنبياء: ۱۰۷

(۶۹) سورۃ سبا: ۲۸

(۷۰) سورۃ الأعراف: ۱۵۸

(۷۱) سورۃ البقرۃ:۲۱

(۷۲) سورۃ البقرۃ: ۲۱۳

(۷۳) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم،ص:۱/۲۵۱

(۷۴) سورۃ الإسراء:۳۲

(۷۵) سورۃ الحجرات: ۱۳

(۷۶) سورۃ البقرۃ:۲۵۶

(۷۷) ڈاکٹر عمر،العولمة امام عالمية الشريعة الاسلامية،ص:۵۱

(۷۸) العولمة عالمية الاسلام، رسالة البيان،عرب امارات،ص:۴۱

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆